بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ملک کو آج جو بحرانی صورتِ حالات درپیش ہے وہ بڑے باصلاحیت لیڈروں کی گرہ کشائی کی منت کش ہے۔ مگر اپنے دَور کے سیاسی اور دینی لیڈروں میں سے ہر ایک کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے میں بڑے دُکھی دل کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آج ہمارے اندر جو دس بیس شخصیتیں سیاست کے میدان میں متحرک دکھائی دیتی ہیں، ان میں دو بھی ایسی نہیں ہیں جن میں ٹھنڈے دل و دماغ سے تدبر کرنے کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہو، جو بااصول ہوں، جن کا مضبوط کردار ہو، جو چھوٹے چھوٹے اختلافات اور کشیدگیوں کے شکار نہ ہو جاتے ہوں اور اپنے اقتدار اور اپنے مفاد سے بے نیاز ہو کر حکومت، قوم اور سیاسی لیڈروں کو صحیح اور مفید مشورے دے سکیں۔

پھر ان میں یہ صلاحیت بھی کم ہے کہ دوسروں کے ساتھ میل جول رکھیں، اُن کے ساتھ اتحاد کے رشتے قائم کر سکیں اور زیادہ سے زیادہ ہم مقصد قوتوں کو جمع کر سکیں اور متحدہ قوت سے حالات پر اثر انداز ہوں۔ مخالفِ دین و اخلاق قوتیں اُن کے سامنے مجتمع ہوئیں، اور ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب تیاری اُن ہی کی جڑوں کو کاٹنے کے لیے ہے، مگر ان میں ربط و ائتلاف پیدا نہ ہو سکا۔ جس قوم کے لیڈر خطرناک بحرانی حالات میں بھی دین اور قوم اور آزادئ وطن کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہ ہو سکیں، اس کی بدنصیبی کا اندازہ کر لیجیے۔

اس قسم کے حالات و مراحل جب سامنے آتے ہیں تو اس سوال کی اہمیت دوچند ہی

نہیں کہ کون کیا عہدہ سے حاصل کرتا ہے اور کیسے کتنی سیٹیں ایوان اقتدار میں ملتی ہیں اور کس کے لیے مفاد کے کون سے میدان کھلتے ہیں۔ ایسے حالات میں لادین قوموں کی سیاسی قیادتیں بھی اقتدار اور مفاد کی کشمکش چھوڑ کر تحفظِ قوم و وطن یا حصولِ امن و سلامتی کے لیے کوشاں ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی حد بندیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور قومی حکومتیں قائم ہو جاتی ہیں۔

مگر وائے بر حالِ ما، کہ ہم باہر سے روس، کابل حکومت، بھارت اور اسرائیل کی نہایت بیّن اور واضح اور اعلان کردہ (DECLARED) ریشہ دوانیوں اور اندر سے منفیانہ مزاج کی تخریبی قوتوں کا نشانہ ہیں، کہ بعض اپنی نازک ذمہ داریوں کا احساس نہیں رکھتے۔ ہماری قومی زندگی میں اعلیٰ مدبر قیادت کا یہ خلا بڑا خوفناک ہے۔

ملک کے ایک گوشے میں اس وقت جو شورش برپا ہے، اس کے دو فریق ہیں۔ ایک طرف مارشل لا حکومت ہے اور دوسری طرف ایم آر ڈی۔

ہم ہر دو فریق سے کچھ گذارشات کرنا چاہتے ہیں۔

ایم آر ڈی سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ کی تحریک کا مقصد بحالیٔ جمہوریت ہے۔ اس دعوے پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ جمہوریت کے لیے رواداری روح کی حیثیت رکھتی ہے اور جمہوریت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ تعصبات اور تصادموں کے بجائے بات چیت، تبادلۂ خیال اور زورِ استدلال سے فریقِ مخالف کو متاثر کیا جائے۔ اور اگر فریقِ مخالف معقول استدلال سے بے نیاز ہو کر غلط رخ پر چلے تو پھر عوام صحیح استدلال سے متاثر ہو کر حکومت کو تبدیل کرنے کی جمہوری تدابیر میں فریقِ مخالف کا ساتھ دیں۔

آپ کی تحریک نے جب جمہوریت کی اس "روح" کو اوّل قدم پر ہی ختم کر دیا تو پھر آپ سے کون یہ اُمید باندھے کہ آپ جمہوریت قائم کرنے والے ہیں۔

۲ — سرکاری دفاتر، اداروں اور گاڑیوں اور عمارتوں، نیز بینکوں اور نجی املاک کو تباہ کرنے کے طور طریقے قطعاً غیر جمہوری ہیں۔ یہ راستہ ملحدانہ اور غیر اخلاقی قسم کے اشتراکی انقلاب کا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس تباہ کاری کا ہدف خود پاکستان ہے۔ ایک غریب ملک جو قرض لے لے کر اور ٹیکس لگا لگا کر بمشکل اپنی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ اس کی جائیدادوں کو غارت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے ۱۳ کروڑ باشندوں کے بدنوں پر زخم لگائے ہیں۔ آپ نے جس دولت کو تباہی کی آگ میں جھونکا ہے اس میں بچے بچے کا حصہ شامل ہے۔

اس طرز عمل کے معنی یہ ہیں کہ آپ انتقامی سیاست کے جنون میں مبتلا ہیں اور خاکم بدہن ملک کو نقصان پہنچانے میں آپ کو باک نہیں ہے۔

۳ — دریافت طلب یہ امر بھی ہے کہ جب سارے ملک پر آپ کی پیپلز پارٹی (جو ایم آر ڈی کی روح رواں ہے) کا سکہ رواں تھا تو آپ نے کس شان کی جمہوریت یہاں قائم کی تھی۔ کیا یہ ملک ایسے اندھوں کا ملک ہے کہ ایک بار پھر "پیپلز جمہوریت" کے جہنم میں کودنے کے لیے تیار ہو جائے گا اور آپ کا ساتھ دے گا۔

۴ — یہ بھی فرمائیے کہ خود آپ نے اپنی پارٹیوں کے اندر کب کب انتخابات کرائے ہیں اور آپ کے اپنے گھروں میں جمہوریت کس عروج پر ہے؟

۵ — آپ کی طرف سے گڑبڑ شروع ہوتے ہی بھارت کو تشویش لاحق ہو گئی اور روس اور افغانستان میں بھی بے چینی محسوس کی گئی۔ کیا آپ نے یہ خیال نہیں کیا کہ روس اور بھارت کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے؟ وسط ایشیا کے مسلمانوں اور اب افغانی مسلمانوں پر کیا گزری اور ادھر بھارت میں مسلم کش فسادات کا سلسلہ ۱۹۴۷ء سے اب تک اس شان سے جاری ہے کہ ایک ایک سال میں ساٹھ ساٹھ بار (اور کبھی کئی کئی سو بار) یہ طوفان اٹھتا ہے، مگر بھارت کی جمہوری حکومت کے پاس کوئی علاج نہیں۔ پھر یہ بھارت وہی بھارت ہے جس نے بنگلہ دیش میں لمبی سازشوں کے بعد وہ حالات پیدا کیے کہ فوجی مداخلت کی اور جب ہمارا ایک حصہ الگ کرا لیا تو فرمایا کہ ہم نے مسلمانوں سے ایک ہزار سالہ دور کا

بدلہ لیا ہے۔ کیا آپ کو اندازہ نہیں کہ ابھی پاکستان کے مسلمانوں سے مزید بدلہ لینا مطلوب ہے۔ پھر کیا آپ کی جمہوریت پسندی یہی ہے کہ بیرونی دشمن قوتوں کے آلۂ کار بن جائیں! کیا جمہوریت کے نام پر تخریب کاری کا طوفان اٹھانے سے مطلوب یہی ہے کہ اگر حکومت روک تھام کے لیے قانون کی قوت سے کام لے تو دشمن کے لیے پاکستان توڑنے کے دروازے کھول دیے جائیں کہ آؤ اور ہمیں [illegible] غلام بنا لو کیونکہ ہمارے حکمران ہماری مرضی کے مطابق جمہوریت نہیں دے رہے۔

۶ — سیاسی تحریکیں چلانا اور جمہوریت کا مطالبہ کرنے کے لیے اٹھنا سیاسی کارکنوں کے کرنے کے کام ہیں جو صاف ستھرا کردار رکھتے ہیں۔ لیکن ایم آر ڈی کی تحریک کے تحت جن لوگوں نے تباہ کاری کی مہم چلائی ہے، ذرا اس تحریک کے بعد اپنے آدمیوں کی فہرست شائع کر کے پیش کریں کہ وہ کون سے سیاسی کارکن ہیں جنہوں نے ملک کی مفید اور تعمیری تحریکات میں حصہ لیا ہو، اصلاح معاشرہ کا کوئی کام کیا ہو یا عوام میں سچی جمہوریت کی تعلیم و تلقین کی کوئی مہم چلائی ہو۔ بخلاف اس کے اگر ایسے جرائم پیشہ اور غنڈہ عناصر تحریک چلا رہے ہوں جن کا ماضی قریب تک ہی کوئی سیاسی کیریکٹر نہ ہو تو پھر کس منہ سے آپ اپنی تحریک کو بحالیٔ جمہوریت کی تحریک کہہ سکتے ہیں۔

یہ بات تو قابل فہم ہے کہ مخالفینِ تحریک نے غنڈہ عناصر کو میدان میں اتارا تاکہ یہ جائز تحریک کو غلط رخ پر لے جایا جائے اور اس کی قیادت اور شریک جماعتوں کو بدنام کیا جائے — وہ قیادت ہی کیا اور ان پارٹیوں کی سیاسی حیثیت ہی کیا جو تحریک چلانے سے پہلے ماحول تیار نہ کرلیں اور اپنی صفوں کو غلط عناصر سے پاک اور غلط کار لوگوں سے تمیز رکھنے کی تدابیر عمل میں نہ لاسکیں۔

۷ — ایسی عجیب صورتِ حال کی وضاحت بھی آپ ہی لوگ کر سکتے ہیں کہ اس وقت جب کہ حکمران طاقت نے بحالیٔ جمہوریت کے لیے ایک منصوبہ یا خاکہ ملک کے سامنے رکھ دیا ہے اور یہ کہ یہ کوئی صحیفۂ آسمانی نہیں ہے، اہل سیاست و فراست سے یہ چاہا ہے کہ وہ اپنی تجاویز یا ترامیم لائیں اور مل جل کر اسے تکمیلی شکل دی جائے۔ آپ لوگوں نے

ادھر توجہ کرنے کے بجائے آخر ہنگامہ آرائی کس لیے شروع کر رکھی ہے ؟ کیا مقصد یہ ہے کہ اب خدا خدا کر کے بحالی جمہوریت کا جو امکان پیدا ہوا ہے آپ لوگ اسے بھی غارت کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ایک اور مارشل لا مسلط ہو جائے گا۔ یعنی آپ اس قوم کو مارشل لا سے نکالنے کے بجائے ایک نئے مارشل لا کی تحویل میں دینا چاہتے ہیں تاکہ آپ نئی قوت سے گٹھ جوڑ کر کے اس قوم پر پہلے کی طرح سواری کر سکیں۔

۸۔ جمہوریت کا مطالبہ کرنے والے ایک متحدہ محاذ کی حیثیت سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ایم آر ڈی میں کون سے عناصر جمع ہیں۔ اور آیا ان میں کوئی مثبت ہم آہنگی موجود ہے۔

ایم آر ڈی میں پیپلز پارٹی کے لوگ شامل ہیں اور پیشروی کر رہے ہیں۔ کمیونسٹ شامل ہیں۔ علیحدگی پسند شامل ہیں۔ روس کے ہمنوا شامل ہیں اور بھارت کے متاثرین شامل ہیں۔ یہ قوتیں پاکستان کو نقصان پہنچا کر موجودہ حکومت پر دباؤ ڈال کر اسے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ اس سے سروکار نہیں کہ آگے کیا ہوگا۔ پھر ان قوتوں کے غالب آنے کی صورت میں بدیہی طور پہ جہاں ایک طرف یہ اندیشہ ہے کہ یہ ملکی نظام سے اسلامی رنگ کو غائب کر دیں گی، وہاں یہ خطرہ بھی ہے کہ یہ خارجہ پالیسی ڈپلومیٹک تعلقات اور معاہدات کے ذریعے روس اور بھارت کو پاکستان پر تسلط پانے کا راستہ بنا کے دیں گی۔

ایم آر ڈی کے لیڈروں میں ولی خاں سے لے کر نورانی میاں تک کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جس کی آواز پاکستان بھر میں سنی جائے اور ملک بھر کے مختلف دائروں میں ان کو احترام حاصل ہو۔

یہ حالات کسی گروہ کو جمہوریت کی طرف نہیں، ہمیشہ فسطائیت کی راہ پہ لے جاتے ہیں۔

آخر میں ہم نزاع کے اس فریق سے یہ کہتے ہیں کہ فضول تخریب کاری اور ہنگامہ آرائی کو چھوڑ کر بحالیٔ جمہوریت اور انعقادِ انتخابات کے لیے صدر کی طرف سے پیش کردہ ڈھانچے پر فرداً فرداً اور مختصر مجالس میں غور کریں اور اپنی تجاویز و ترامیم سامنے لا کر یہ دیکھیں کہ عوام میں ان کو کتنی مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور پھر صدر سے براہ راست بات کریں،

نیز چاہیں تو اخبارات میں اپنا نقطۂ نظر پیش کریں۔

اب ہم دوسرے فریق یعنی حکمران قوت کو بھی اپنی معروضات سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ ۱۹۷۷ء میں جب عوام کو حکومت کی "قتلِ عام پالیسی" سے بچانے کے لیے مارشل لا میدان میں آیا تھا تو اس کے لیے صحیح طرزِ عمل یہی تھا کہ وہ انتخابات کرا کے اور پارلیمانی ایوان کا اجلاس منعقد کرا کے بصد عزت و آبرو رخصت ہو جاتا۔ ابتداً مارشل لا اتھارٹی کے سامنے یہی مقصد تھا اور اس کے لیے ۹۰ دن کی میعاد مقرر کی گئی تھی، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اس سے حکومت کے وقار کو ایک دھچکا لگا۔ اس موقع پر (۷ ستمبر ۱۹۷۷ء) اسلامی جمعیت طلبہ کی افطار پارٹی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا:

"انتخابات منعقد کرانے کے لیے ہی فوجی انقلاب برپا ہوا ہے۔ فوج اس لیے آئی ہے کہ منصفانہ انتخابات کرائے اور اسی بنا پر اس کے آنے کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر پارٹیوں نے جو ملک کا بھلائی چاہتی ہیں اس کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کیا ہے۔ اب اگر انتخابات نہیں ہوتے تو بس یہ اصولی بات سمجھ لیجیے کہ غلط کام کا نتیجہ غلط ہی نکلتا ہے، غلط کام کبھی صحیح نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔"

(تصریحات ص ۲۷۶)

اگر مارشل لا اس اعلان کو سچ کر دکھاتا تو شاید دنیا بھر کی سیاسی تاریخ میں یہ مارشل لا اپنی مثال آپ ہوتا۔

تاہم مارشل لا کی عمر میں اضافے کو عوام نے دو مقاصد کے لیے گوارا کر دیا بلکہ بہت سے لوگوں نے اسے پسند بھی کیا۔ وہ دو مقاصد جن کا اعلان حکومت نے کیا، حسبِ ذیل تھے:۔

ایک: غلط کار عناصر کا احتساب

دوسرے: نفاذِ اسلام (یا اسلامائیزیشن)

۲— مارشل لا حکومت ان دو مقاصد کے سلسلے میں ایسی پیچیدگیوں میں پڑی کہ نہ مطلوب صحیح طرح حاصل ہو سکا اور نہ عوام پر اچھے اثرات برقرار رہ سکے۔ لوگوں نے بہت اچھی اُمیدیں مارشل لا سے وابستہ کیں۔ مگر آہستہ آہستہ اوس پڑتی گئی۔

۳— جہاں تک پہلے مقصد کا تعلق ہے، شروع میں بڑے زور شور سے قرطاس ابیض کی اشاعت ہوئی اور جمہور کو یہ توقع ہوئی کہ ظلم و خیانت سے کام لینے والوں کے سامنے وفاقی، صوبائی، ضلعی اور مقامی سطح سے نمٹا جائے گا اور آئندہ کے لیے اس طرح کی چیرہ دستیاں کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوگی۔

مگر قرطاس ابیض کے بعد کوئی خاص کارروائی نہ ہوئی۔ بڑے سے بڑے غلط کار اور مخالفینِ جمہوریت و اسلام اور اوّل درجے کے خیانت کار اور ظلم کیش حکومت کے عہدوں پر بیٹھے رہے اور جو باہر تھے وہ مفاد بھی سمیٹتے رہے، لیڈری بھی کرتے رہے۔ چھاپہ ماروں سے تخریبی کارروائیاں بھی کراتے رہے۔ حتیٰ کہ چوہدری ظہور الٰہی جیسے آدمی کو قتل کرا دیا۔ پھر بھی لوگ کابل، ماسکو، لندن، لیبیا اور دہلی میں اپنی قائم کردہ جوگیوں کے تنظیم کار بن کر اپنے سرکردہ افراد کو ساز باز کے لیے باہر بھجواتے رہے[1]۔

(باقی بر صفحہ ۶۴)

[1] اگر مارشل لا حکومت محض سیاسی لحاظ سے خطرناک افراد پر اپنی گرفت رکھتی یا کم از کم نگاہ ہی رکھتی۔ سندھ میں تقسیم ہونے والے بھارتی لٹریچر کا پچھلے چند سالوں میں سدِّ باب کر لیتی، سالمیت پاکستان کے خلاف خود سندھ میں جو پبلشنگ ہاؤس کام کرتے رہے اور جو مطبوعات پھیلتی رہی ہیں ان کے سیلاب کو روک لیتی، تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر میں کام کرنے والی علاقہ پرست اور علیحدگی پسند تنظیموں پر قابو پا سکتی تو آج کی تحریک نمودار ہو ہی نہ سکتی۔ یہ کام پچھلے چار یا پانچ برس میں تدریجاً آہستہ آہستہ خاموشی سے کرنے کا تھا۔ اب طوفان اُمڈ پڑنے پر اس کی روک تھام کا کام ایک چیلنج بن گیا ہے۔